18

انسان کو چاہیئے کہ تدبیر سے کام لے مگر تقدیر پر بھی نظر رکھے

(فرمودہ 3 ستمبر 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

" انسانی تدابیر ایک وقت تک کام آسکتی ہیں۔ اور ایک جگہ پر جا کر رُک جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں کہ تدبیر کو تقدیر کا نام دے چھوڑتے ہیں اور تدبیر کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کے لئے دو قانون بنائے ہیں۔ ایک قانون تدبیر کا ہے اور ایک تقدیر کا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہاتھ دیے ہیں، کان دیے ہیں، ناک دیا ہے۔ پھر خدا نے عقل دی ہے، فراست دی ہے۔ ان سب کا دینا بتاتا ہے کہ انسان کو تدبیر سے کام لینا چاہیئے مگر ان سے کام لینے کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ پھر بھی ضروری نہیں کہ نتیجہ بھی ٹھیک نکلے۔ مثلاً آگ ہے، ہم جانتے ہیں کہ اس میں کپڑا اڈالا جائے تو جل جائے گا۔ کپڑا اس میں ڈالنے سے پہلے اس کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ جلا دے گی۔ آگ پر ایک مقدار میں پانی ڈالا جائے تو گو ہم نے اس پر پانی نہیں ڈالا مگر ہم یہ قبل از وقت جانتے ہیں کہ آگ پر پانی ڈالنے سے آگ بُجھ جائے گی یا پھر رنگ ہیں۔ سرخ ہے، سبز ہے، زرد ہے۔ پیشتر اس کے کہ ان میں کوئی کپڑا اڈالا جائے ہم اس کے نتیجہ کو قبول کر لیتے ہیں کہ کپڑا اڈالیں گے تو وہ سرخ یا

زرد یا سبز ہو جائے گا۔ اس میں نہ بتانے کی ضرورت ہے اور نہ شک کرنے کی۔ اس کا نتیجہ ہم کو پہلے سے ہی نظر آرہا ہوتا ہے مگر انسانی اعمال کے نتیجہ کے متعلق ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ بُرا نکلے گا یا اچھا۔ مثلاً بچے کو ماں باپ پڑھانے بٹھاتے ہیں۔ اس کے متعلق کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ پڑھ کر مولوی بنے گا یا ڈاکٹر بنے گا، یا کوئی اور افسر بن جائے گا کیونکہ درمیان میں بیسیوں روکیں ہیں۔ ہو سکتا ہے بچہ تعلیم کے درمیان میں مر جائے یا درمیان میں کسی وجہ سے پڑھائی ہی چھوڑ دے یا پھر کُند ذہن ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بیسیوں بچے کُند ذہنی کی وجہ سے پڑھائی نہیں کر سکتے یا آوارہ گردی میں مبتلا ہو کر پڑھائی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ تو جس طرح رنگ میں کپڑا ڈالتے وقت ہم یہ یقینی خبر دے سکتے ہیں کہ سرخ، زرد یا اور کوئی رنگ ہو جائے گا۔ ہم کسی لڑکے کی پڑھائی کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ وہ بی۔ اے ہو جائے گا۔ اس کے راستہ میں موت ہے۔ وہ اپاہج ہو سکتا ہے۔ یا اسے اور کوئی بیماری لگ سکتی ہے۔ اس کے لئے کند ذہنی بھی حائل ہو سکتی ہے۔ پس بیسیوں اسباب ایسے ہیں جو اس چیز کو روک سکتے ہیں۔ اس لئے ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اس کی تعلیم کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ یہی حال انسان کے دوسرے اعمال کا ہے حتّٰی کہ بیماریاں اور علاج بھی ایسے ہیں کہ ان کے متعلق بھی ہم جس طرح رنگ کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ کپڑا سرخ ہو جائے گا نہیں کہہ سکتے کہ فلاں دوائی سے مریض ضرور اچھا ہو جائے گا۔ بعض دفعہ دوائی طبیعت کے موافق نہیں پڑتی یا نسخہ بناتے وقت غلطی ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ موت کا وقت آیا ہوتا ہے، دوائی اثر ہی نہیں کرتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی اعمال کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا ہے اور تدبیر کے ساتھ ایک اور جُز لگائی ہے جس کا نام شریعت نے تقدیر رکھا ہے جو انسانی تدبیر کے ساتھ ساتھ کام کرتی ہے۔ بسا اوقات انسان کوئی کام کرتا ہے تو نتیجہ اس کی امید کے خلاف نکلتا ہے اور بسا اوقات اس کی امید کے خلاف اچھا نکل آتا ہے۔ کبھی کوشش کرتا ہے تو اسے وہ چیز مل جاتی ہے اور کبھی کوشش کرتا ہے تو نہیں ملتی۔ جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات کوئی امید نہیں ہوتی مگر نتیجہ موافق نکل آتا ہے۔ مثلاً کسی کا کوئی مقدمہ عین آخری منزل میں ہوتا ہے اور اسکے خلاف فیصلہ ہونے والا ہوتا ہے کہ ادھر سے مجسٹریٹ کی

تبدیلی کی اطلاع آجاتی ہے۔ دوسرا نیا مجسٹریٹ آتا ہے، وہ اس کا ہمدرد ہوتا ہے اور فیصلہ اس کے موافق ہو جاتا ہے۔ تو اب نہ تبدیلی اس کے اختیار میں تھی اور نہ ہی اس نے کوئی کوشش کی مگر نتیجہ اس کی امید کے خلاف اس کے حق میں نکل آیا۔ اسی طرح ایک دکاندار ہے وہ کوئی چیز بارہ آنے یا دس آنے کو فروخت کرتا ہے مگر جب اس کی چیز پرانی ہوتی یا خراب ہونے لگی ہے تو وہ گاہک کو کہتا ہے اچھا لے جاؤ آٹھ آنے ہی دے دو۔ مگر گاہک اس قیمت پر بھی نہیں لیتا مگر اچانک جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اب دکاندار اسی چیز کو دو تین بلکہ چار روپے پر بھی نہیں دیتا اور پھولا نہیں سماتا۔ کہتا ہے ابھی اور مہنگی ہو گی۔ دیکھو لڑائی اس کے اختیار میں نہ تھی جس کی وجہ سے چیزوں کی قیمت اتنی بڑھ گئی۔ پس بسا اوقات انسان ناامید ہوتا ہے مگر امید کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے سورۃ فاتحہ میں کہا گیا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ 1 یعنی جزا سزا کا نتیجہ اسی کے اختیار میں ہے۔ سنکھیا ایک نہ بدلنے والی شے ہے مگر انسانی اعمال کا نتیجہ بدلنے والی چیز ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ بسا اوقات ایک آدمی دوسرے سے دل لگی کرتا ہے مگر دوسرا اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ایک آدمی دوسرے کو گالی دیتا ہے مگر وہ ہنس چھوڑتا ہے اور بعض اوقات انسان دوسرے سے پیار کرتا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ جا پرے ہٹ۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر سے نئے تغیرات اور نئی حالتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کے عمل کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ اسی لئے فرماتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جزا سزا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ بعض دفعہ انسان تدبیر کرتا ہے مگر تقدیر پر نظر نہیں رکھتا۔ بعض اوقات تقدیر پر نظر رکھتا ہے تو تدبیر کو بھول جاتا ہے مگر یہ دونوں حالتیں غلط ہیں کیونکہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے پہلے رحمٰن اور رحیم کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ رحمٰن کے معنی ہیں ہم جزا سزا دیتے ہیں۔ رحیم کے معنی ہیں ہم اچھے اور بُرے نتائج نکالتے ہیں۔ رحمانیت کہتی ہے کہ کوشش کرو اور تدبیر سے کام لو۔ رحیمیت کہتی ہے کہ بے شک کوشش کرو مگر نظر خدا پر رکھو۔ نتیجہ اسی نے نکالنا ہے۔ تو مومن کو دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ کبھی تدبیر کا پہلو لے اور تقدیر کے پہلو کو بھول جائے اور کبھی تقدیر کو لے تو تدبیر کے پہلو کو بھول جائے۔ وہ کوشش کرے مگر مغرور نہ ہو کہ میں نے تدبیر کر لی۔ بلکہ تقدیر کو بھی مد نظر رکھے۔ آخر نتیجہ اللہ تعالیٰ

نے ہی نکالنا ہے۔

یہ دونوں ہی چیزیں ایسی ہیں کہ انسانی اعمال کی تکمیل کے ساتھ دونوں کا ہونا لازم ہے کہ انسان تدبیر بھی کرے اور تقدیر پر بھی نظر رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان عبدالحمید صاحب کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جب یونان پر حملہ ہؤا تو مشورہ کے لئے معاملہ وزیروں کے پیش ہؤا۔ وہ چونکہ لڑنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انہوں نے کہا یہ بھی کر لیا ہے اور یہ بھی انتظام ہو گیا ہے مگر فلاں بات نہیں ہو سکی۔ وہ بادشاہ کو یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم دشمن سے لڑنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے کوئی بہانہ ہی بنانا تھا۔ سو اس طرح اس کے دل کو جنگ سے پھرانے کی کوشش کی۔ سلطان نے کہا اچھا تم نے یہ بھی کر لیا ہے اور یہ بھی کر لیا ہے۔ جب تم نے سارا انتظام کر لیا ہے صرف ایک انتظام نہیں کیا تو اسے خدا پر چھوڑ دو۔ آخر کچھ تو خدا پر بھی چھوڑنا چاہیئے۔ آخر چھ ماہ میں ہی وہ جنگ جیت گئے اور اس عرصہ میں یورپ کی فوجیں جن کا یونان سے وعدہ تھا اس کی مدد کو بھی نہ پہنچ سکیں۔

پس انسان کو چاہیئے کہ کوشش کرے تدبیر سے کام لے مگر تقدیر پر بھی نظر رکھے۔ خدانخواستہ نہیں ہے کہ انسان اپنے ہاتھ باندھ کر بیٹھ جائے تو بھی تقدیر اس کا نتیجہ اس کے حق میں نکالے۔ خدا بادشاہ ہے وہ نتیجہ نکالے گا مگر انسان کو چاہیئے کہ کوشش کرے اور پھر توکل سے کام لے۔ پس مومن کو اپنے کام میں تدبیر کو بھی اور تقدیر کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے بلکہ چاہیئے کہ وہ اپنی تدبیروں میں لگا رہے اور تقدیر کو بھی مدنظر رکھے۔ جو آدمی تدبیر کو بھولتا ہے اور تقدیر پر نظر رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا امتحان لیتا ہے اور جو تقدیر کو بھول کر تدبیر ہی پر نظر رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو چیلنج دیتا ہے۔ اور یہ دونوں حالتیں خطرناک ہیں۔ مگر وہ شخص جو دونوں کام کرتا ہے خدا تعالیٰ کا فضل بھی اور اس کا ازلی قانون بھی اس کی تائید میں لگ جاتے ہیں۔"

(الفضل 30 ستمبر 1943ء)

1: الفاتحة:4